

# تعارف و تبصرہ

فی ملکوت اللہ

مولانا حمید الدین فراہی<sup>7</sup>

الدائرة الميمنية بمدرسة الاصلاح،

سرائے میرٹھ، صفحہ ۷۴

صحیح عمل کے لیے صحیح علم ہمیشہ سے ضروری رہا ہے اور جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس کی حد تک تو اس کلیہ کی صداقت سورج سے زیادہ روشن ہے۔ قرونِ خیر کے بعد سیروانِ اسلام جس علمی زوال سے دوچار ہوئے اور ہوتے چلے گئے اور امت مسلمہ امت وسط اور خیر الائم کے مقام سے جو سلسل نیچے گرتی چلی گئی اس کی ایک خاص اور بنیادی وجہ یہی اسلام کے صحیح علم و شعور کی خامی ہے۔ اور علم و شعور کی اس خامی کا سرِ اجب تلاش کیا جاتا ہے تو وہ صفاتِ الہی کے معانی و مقنیات سے کم آگئی کے سوا اور کچھ نہیں قرار پاتا۔ اللہ کے دینِ حقیقی، بے آمیز، مکمل اور جامع و مانع علم کی یافت سرتاسر موقوف ہے اس بات پر کہ آدمی کا ذہن اللہ کی صفات کا صحیح علم اور مکمل و متوازن ادراک رکھتا ہو۔ لیکن اکثر و بیشتر اس میں ناکامی ہوتی رہی ہے اس ناکامی کی وجہ صرف یہ تھی کہ اللہ کی ربی صفات کو تسلیم کرنے کے باوجود ان کے ٹھیک ٹھیک معانی و مقنیات کے ادراک سے اور ان کے متوازن تصورات سے بُد پیدا ہو گیا تھا حالانکہ صفاتِ الہی کا ہی صحیح فہم اور متوازن تصور وہ چیز ہے جو دین و خدا پرستی کے صحیح مفہوم کی صفات ہوا کرتی ہے لیکن مختلف خارجی اور داخلی اسباب کی بنا پر لوگ اس صحیح و متوازن تصور کو اپنے شعور کی گرفت میں نہ رکھ سکے۔ بعض صفات کو تو پوری اہمیت کے ساتھ ذہنوں میں تازہ رکھا گیا مگر بعض کو وہ اہمیت نہ دی جاسکی جو دی جانی چاہیے تھی دوسرے لفظوں میں بعض صفات کے تقاضے ذہنوں پر اس شدت بلکہ مانع کے ساتھ

حادی کر لیے گئے کہ کچھ دوسری صفات کے تحت بنے نظروں سے کسی۔ کسی حد تک اوجھل ہو کر رہ گئے۔ یہ وہی غلطی تھی جس کا شکار ساری پچھلی قومیں و ملتیں ہوتی رہی ہیں، اور جب یہ غلطی ان کے یہاں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ کی کتاب رکھنے کے باوجود وہ دین و خدا پرستی کے ایسے جاہلانہ تصورات کے بیابان میں کھو کر رہ گئیں جہاں جہل و گمراہی کی حیرانوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

ان صفات خداوندی میں سے جن کے ساتھ ماضی بعید میں مسلسل یہ ظلم ہوتا رہا، حاکمیت کی صفت سرفہرست ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اسی عظیم اور اہم ترین صفت کے نہ سمجھ پانے کا نتیجہ ہے کہ جو جس دو خداؤں کے قائل بن گئے، نصاریٰ کے عقائد میں ایک طرف تو تین تین الوہیتوں کا عقیدہ شامل ہو گیا۔ دوسری طرف یہ خیال بھی ان کے ذہنوں میں باہا گیا کہ دنیا شیطان کے زیرِ فرمان ہے۔ حتیٰ کہ خود مسلمانوں میں کا بھی ایک گروہ، معتزلہ کا گروہ، اس بات کا قائل بن گیا کہ اپنے اعمالِ بد کے خالق، انسان خود ہی ہیں، خدا نہیں ہے اور جہاں تک دین و سیاست کی تفریق کا سوال ہے اس نظریے کے سیلاب میں تو بہ جانے والوں کا کوئی شمار ہی نہیں کیا جاسکتا۔

جہاں تک امت مسلمہ کا تعلق ہے، تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ کی اس صفت کا حق پہچاننے میں وہ بھی پوری طرح کامیاب نہ رہ سکی۔ بلاشبہ کوئی بھی مسلمان اس صفت کا نہ منکر ہے نہ اس سے کیسر نا بلند۔ سبھی کا اس پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت لاشریک حاکمیت اور فرمانروائی بھی ہے۔ بشرِ آن حکیم میں اس صفت کا اتنی وضاحت سے اور اتنی بارِ حوالہ دیا گیا ہے کہ کوئی عالم و مفسر تو کیا، ایک عام آدمی بھی اس سے ناواقف نہیں رہ سکتا۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ واقفیت بالعموم اجمالی ہی ہوتی ہے اور جب سوال اس کے تفصیل علم اور گہری واقفیت کا سامنے آتا ہے تو پھر صورت واقعہ ویسی نہیں رہ جاتی جیسی ہونی چاہیے اور اس عظیم صفت کی صحیح معرفت رکھنے والے بہت تھوڑے رہ جاتے ہیں۔

اوپر کی سطروں میں اس صفت حاکمیت کو ایک عظیم ترین اور اہم ترین صفت کہا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صرف بجائے خود ہی ایک اہم صفت نہیں ہے بلکہ کتنی ہی اساسات ہیں۔

کا مشریم بھی ہے۔ ان اساساتِ دین میں رسالت اور معاد جیسی بنیادی اصولِ دین بھی شامل ہیں۔ اگر اللہ جل شانہ کی اس صفت کو سامنے نہ رکھا جائے تو شریعت، بالخصوص غیر تعبدی احکام دین کی کوئی مضبوط اور واضح بنیاد پائی ہی نہ جاسکے گی۔ حالانکہ یہ عظیم بنیادی صفت اپنے عمل و اثر کے لحاظ سے صرف تشریح ہی کے معاملے میں فیصلہ کن حیثیت نہیں رکھتی بلکہ دنیا کے احوال و وقائع اور قوموں کے عروج و زوال کے پیچھے بھی اسی کی جلوہ سامانیاں کار فرما رہتی ہیں۔ اس لیے اگر اس صفت کو ٹھیک طور سے نہ سمجھا گیا تو حق بات یہ ہے کہ پھر صرف دین ہی کو نہیں دنیا کو بھی صحیح طور سے نہیں سمجھا جاسکتا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا امت مروجہ پر ایک خصوصی فضل ہے کہ وہ حق و مواب سے نہ کبھی کھیتے بے بہرہ ہو سکی نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ اس امر خاص میں بھی آپ دیکھیں گے کہ ایک عام غفلت اور کم آگہی کے باوجود امت میں ایسے صاحبِ نظر علماء ہمیشہ موجود رہے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کا متوازن علم اور اس کی صفتِ حاکمیت کا صحیح ادراک حاصل تھا۔ انہی مردانِ حق اکاگہ میں مولانا حمید الدین فراہیؒ بھی تھے، اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ دین کے اس اہم مسئلہ کی طرف انہوں نے جو توجہ کی ہے اور اس اہم صفتِ خداوندی کی جس طرح نقاب کشائی کی ہے اس کی نظیر بہت کم مل سکے گی۔ چنانچہ انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل تصنیف بھی چھوڑی ہے، تاکہ اس صفت کی وہ اہمیت اچھی طرح واضح ہو جائے جس کی وہ فی الواقع حامل ہے۔ اس کتاب کی ابتدا میں انہوں نے یہ شکوہ بھی کیا ہے کہ ہمارے علمائے دین کے اس اہم ترین موضوع پر اور اس صفت کے معانی و مطالب اور مقتضیات کی توضیح و تبیین پر وہ توجہ نہیں فرمائی جس کی ضرورت تھی۔ یہ سعادتِ خاص انہیں اس لیے ارزانی ہو سکی کہ انہیں نہ صرف فہمِ قرآن کا غیر معمولی ملکہ عطا ہوا تھا بلکہ وہ قلبِ خاشع بھی ملا تھا جو بجائے خود نزولِ کتاب، کاپوری طرح اہل تھا۔ وہ قرآنِ حکیم کی گہرائیوں میں بالکل یکسو ہو کر اور سارے جتنی شگلی خیالات، ذاتی رجحانات، اور تقلیدی ذوق سے ذہن کو پاک رکھ کر اترتے تھے اور اللہ کی اس کتاب کو بنیادی طور پر خود اسی کے نظارہ و شاہد کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس اہتمام اور التزام کا ثمرہ یہ ہوتا کہ وہ دین کے مختلف پہلوؤں میں سے کسی کی طرف زیادہ جھک پڑنے اور کسی کا پورا حق نہ ادا کر سکنے کی اس

غلطی سے محفوظ رہے جس میں لوگ عام طور سے مبتلا ہو جایا کرتے ہیں۔ اللہ کی صفت حاکمیت کے باب میں وہ جن حقائق تک پہنچے وہ دراصل ان کی اسی گہری قرآن فہمی کا اور دین کے اس صحیح جامع اور متوازن تصور کا فیضان تھا جو اس قرآن فہمی کے نتیجے میں انہیں حاصل ہو سکا تھا۔ ان کی مذکورہ بالا بیش قیمت کتاب صفت حاکمیت کے بارے میں جن اہم نکات پر مشتمل ہے ان کا صحیح اندازہ اس کتاب کے عمیق مطالعے ہی سے ہو سکتا ہے۔ یہاں اس کے چند مشتملات کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ مولانا صفت حاکمیت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”ان عظیم ترین اور اہم ترین دینی معارف میں سے، جن کے بغیر نہ توحید کا عقیدہ ٹھیک رہ سکتا ہے نہ دین حق کی صحیح واقفیت حاصل ہو سکتی ہے، نہ انسان کی عقل کو طمانیت حاصل ہو سکتی ہے نہ اس کے قلب کو وہ علم و معرفت بھی ہے جس کی طرف قرآن نے ہماری رہنمائی فرما رکھی ہے اور جسے عقیدہ توحید کا ہم نشین قرار دیا ہے اور یہ ہے اللہ تعالیٰ کی صفت حاکمیت اور اس کے عدل کا علم.... الخ“ ص ۶

دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

”یاد رکھو اللہ تعالیٰ اور اس کی ساری ہی صفات کمال کی معرفت ہی سارے علوم دین کا اصل سرچشمہ ہے۔ ان سب صفات میں سب سے اہم صفت اس کی لاشریک حاکمیت کی صفت ہے“ ص ۷

صفت حاکمیت کی صحیح معرفت کے ثمرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”اس معرفت کے طفیل دنیا کی تاریخ کا اور دین کی تاریخ کا، احکام و شرائع کا اور ان کی حکمتوں کا اور ان کے دلائل کا سیاست الہیہ سے مطابقت رکھنے والی اعلیٰ و افضل سیاست مملکت کا..... سب کچھ کا کچھ لینا آسان ہو جاتا ہے“ ص ۵۴

صفت حاکمیت کے معانی و مقنیات کے بیان کرتے ہوئے خلافت کے بارے میں

فرماتے ہیں:-

”چونکہ خلافت نام ہے اس بات کا کہ لوگوں کو ایک متحدہ ہیئت میں پرودیا جائے، یہاں تک کہ وہ سب کے سب ایک دل و دماغ سے کام لینے لگیں۔۔۔ اور اس کے نتیجے میں ان کے مصالح کو فروغ اور ان کی تولد کو استحکام حاصل ہو، ان کی آزادی محفوظ رہے، ان کا کلمہ بلند ہو، ان کے اخلاق ترقی کرتے جائیں، ان کی برکتوں کا دائرہ وسیع ہو جائے تاکہ ان کا وجود خلق کے لیے رحمت اور زمین پر باعث برکت بن جائے۔ اس لیے یہ خلافت ان کے لیے سب سے بڑا خیر اور سب سے بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو ان کے لیے بالکل ضروری ہے کہ اس خلافت کے قیام و بقا کے لیے اپنی ساری کوششیں صرف کر ڈالیں، یہی ان کی زندگی کا نصب العین اور ان کی آرزوؤں کا مرکز و محور ہو۔“ ص ۳۱۳

اس گراں قدر کتاب کے صرف چند اہم گوشوں کو یہاں روشنی میں لاسکا ہوں۔ میرا خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ اہل علم اس کتاب کا پورے اہتمام اور پورے تہمت سے تفصیلی مطالعہ کریں تاکہ اس کے مندرجات سے پوری طرح واقف ہو سکیں۔

(صدر الدین اصلاحی)

## ایجنسی کی صورتیں

ششماہی علوم القرآن ایک علمی و دینی رسالہ ہے اس کی توسیع اشاعت میں حقد لینا کا رخیہ ہے

۱۔ ششماہی علوم القرآن کی کم از کم پانچ کاپیاں لینے پر ایجنسی دی جاتی ہے۔

۲۔ پانچ سے بیس کاپی تک ۲۵ فیصد، ۲۰ سے ۳۰ کاپیوں تک ۳۰ فیصد اور ۳۰ سے زائد کاپیاں خریدنے پر ۳۳ فیصد کمیشن دیا جاتا ہے۔

۳۔ مطلوبہ کاپیاں بذریعہ وی۔ پی روانہ کی جاتی ہیں اور پکنگ و ڈاک کے اخراجات ادارہ کے ذمہ ہوتے ہیں۔

۴۔ مطلوبہ کاپیوں کا پورے اہتمام سے رسیل کر دیا جاتا ہے۔